# A screenshot of a phone  Description automatically generatedA qr code on a white background  Description automatically generated

**Journal of Arabic Research**

EISSN: 2664-5807, pISSN: 26645815

Publisher: Allama Iqbal Open University, Islamabad
Journal Website: https://ojs.aiou.edu.pk/index.php/jar

Vol.08 Issue: 01 (Jan-June 2025)

Date of Publication: 10-07- 2025

HEC Category: Y

https://ojs.aiou.edu.pk/index.php/jar

|  |  |
| --- | --- |
| Article | **“سورة النّازعات (29–46): تخلیقِ کائنات سے قیامتِ کُبریٰ تک — ایک لغوی و تفسیری تحقیقی مطالعہ، تفسیرِ حقانی کی روشنی میں”****Surah An-Nazi‘at (29–46): From Cosmic Creation to the Day of Resurrection — A Lexical and Exegetical Study** |
| Authors & Affiliations | ***Zaheer Ud Din,***M.Phil. Scholar, Department of Islamic Studies, University of Agriculture, Peshawar***Dr. Syed Naeem Badshah***Co-Supervisor Department of Islamic Studies, University of Agriculture, Peshawar |
| Dates | Received: 05-04-2025Accepted: 30-06-2025Published: 10-07-2025 |
| Citation  | ***Zaheer Ud Din Dr. Syed Naeem Badshah*,2025****“سورة النّازعات (29–46): تخلیقِ کائنات سے قیامتِ کُبریٰ تک — ایک لغوی و تفسیری تحقیقی مطالعہ، تفسیرِ حقانی کی روشنی میں”** [online] IRI - Islamic Research Index - Allama Iqbal Open University, Islamabad. Available at: <https://jar.aiou.edu.pk/?p=74722> [Accessed 25 December 2023]. |
| Copyright Information | **“سورة النّازعات (29–46): تخلیقِ کائنات سے قیامتِ کُبریٰ تک — ایک لغوی و تفسیری تحقیقی مطالعہ، تفسیرِ حقانی کی روشنی میں”*****Zaheer Ud Din Dr. Syed Naeem Badshah***, is licensed under Attribution-ShareAlike 4.0 International |
| Publisher Information | Department of Arabic, Faculty of Arabic & Islamic Studies, Allama Iqbal Open University, Islamabad |
| **Indexing & Abstracting Agencies** |
| **IRI**IRI - Islamic Research Index - Allama Iqbal Open University, Islamabad | **Australian Islamic Library**Australian Islamic Library - Empowering Ummah | **HJRS**A red and black rectangular sign with white text  AI-generated content may be incorrect. | **DRJI**Directory of Research Journals Indexing Logo |

**Abstract**

This study offers a lexical and exegetical analysis of Surah An-Nazi‘at (verses 29–46), tracing a coherent narrative from the creation of the universe to the Hereafter. Focusing on key terms such as *Duha*, *Dahaaha*, and *At-Tammah Al-Kubra*, it examines the marvels of day and night, the spreading and provisioning of the earth, and the stabilizing role of mountains. Employing classical tafsir, particularly Tafsir al-Haqqani and Imam Razi’s contextual harmonization, the paper resolves apparent chronological tensions in the creation sequence and highlights divine wisdom in natural phenomena. The study further explores the lexical and technical dimensions of eschatological concepts, emphasizing human accountability, moral consequences, and the unveiling of Hell. Finally, it underscores the exclusive divine knowledge of the Hour, situating the human experience of worldly life within a brief temporal perspective. This research establishes a continuous moral and spiritual framework from creation to resurrection, emphasizing ethical responsibility, gratitude, and righteous conduct.

**Keywords:** Surah An-Nazi‘at, lexical analysis, tafsir, creation, eschatology, resurrection, human accountability, Tafsir al-Haqqani, Imam Razi

تمہید:

یہ مقالہ سورۃ النّازعات کی آیات 29–46 کا علمی و تحقیقی جائزہ پیش کرتا ہے جس میں تخلیقِ کائنات، انسانی امتحان، اور یومِ آخرت کے مناظر کو لغوی تحقیق اور کلاسیکی تفاسیر کی روشنی میں مربوط کیا گیا ہے۔ آغاز میں رات کے اندھیرے اور دن کی چمک کے اعجاز کو بنیاد بنا کر (وَأَغْطَشَ لَيْلَهَا وَأَخْرَجَ ضُحَاهَا) “ضحیٰ” کے معانی، اس کے اوقات اور بلاغی حکمت بیان کی گئی کہ دن کا یہ وقار بعث بعد الموت پر حجت بنتا ہے۔ اس کے بعد ”دَحاها“ کی لغوی تحقیق سے واضح کیا گیا کہ زمین کو پھیلانا/ہموار کرنا مراد ہے، اور ”مرعی/مرعٰہا“ کے تحت زمینی وسائل کی ربانی تدبیر اور رزق رسانی کو انسان و مویشی دونوں کے لیے “عارضی متاع” قرار دیا گیا ہے۔ پہاڑوں کے لنگر جیسے کردار سے زمین کے استحکام کی حکمت بھی نمایاں کی گئی ہے۔

تخلیقِ آسمان و زمین کی ترتیب کے ظاہری تعارض پر امام رازیؒ کے طریقِ تطبیق سے واضح کیا گیا کہ اصل خلقتِ ارض کے بعد تسویۂ سما اور پھر زمین کا بچھایا جانا جمع ہوسکتا ہے، یوں آیاتِ قرآنی کے بین المتون فہم میں ہم آہنگی قائم رہتی ہے۔ پھر ”الطّامّة الکبریٰ“ کے لغوی و اصطلاحی مفہوم کے ذریعے قیامت کی ہمہ گیر ہولناکی اور فیصلہ کن مرحلہ نمایاں کیا گیا، جب انسان کو اپنی تمام نیکی و بدی یاد دلائی جائے گی اور جہنم کی حقیقت “بے نقاب” کر دی جائے گی (وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ). اخلاقی انجام کے باب میں طغیان و دنیا پرستی کا ٹھکانہ جہنم اور خداترسی و نفس کَشی کا انجام جنت بتایا گیا ہے۔

اختتامیہ آیات میں ”السّاعۃ“ کی لغوی تحقیق کے ساتھ تنبیہ ہے کہ قیامت کے وقت کا قطعی علم اللہ کے پاس ہے؛ رسول کا منصب خبردار کرنا ہے، اور جب وہ گھڑی نمودار ہوگی تو دنیا کی پوری عمر انسان کو شام یا صبح کے کچھ حصے جیسی مختصر محسوس ہوگی۔ یوں مقالہ تخلیق سے معاد تک ایک مسلسل اخلاقی و ایمانی بیانیہ قائم کرتا ہے جس کا مرکز انسان کی جواب دہی اور ربانی نعمتوں پر شکر و عملِ صالح ہے۔

وَأَغْطَشَ لَيْلَهَا وَأَخْرَجَ ضُحَاهَا . وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَٰلِكَ دَحَاهَا . أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءَهَا وَمَرْعَاهَا . وَالْجِبَالَ أَرْسَاهَا . مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ . فَإِذَا جَاءَتِ الطَّامَّةُ الْكُبْرَىٰ . يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ مَا سَعَىٰ . وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِمَن يَرَىٰ . فَأَمَّا مَن طَغَىٰ. وَآثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا . فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ . وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ . فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ . يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا . فِيمَ أَنتَ مِن ذِكْرَاهَا . إِلَىٰ رَبِّكَ مُنتَهَاهَا . إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرُ مَن يَخْشَاهَا . كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا

**ترجمہ:** اور رات کو اندھیرا کیا اور دن کو روشن کیا۔ اور زمین کو اس کے بعد بچھایا۔ اس میں سے پانی اور چارہ نکالا۔ اور پہاڑوں کو مضبوط کیا۔ یہ سب کچھ تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے فائدے کے لئے کیا۔ پھر جب وہ بڑی مصیبت آئے گی۔ جس دن انسان اپنی کوشش کو یاد کرے گا۔ اور دوزخ ہر دیکھنے والے کو دکھائی جائے گی۔ تو جس نے سرکشی کی ہوگی۔ اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی ہوگی۔ پس دوزخ ہی اس کا ٹھکانا ہوگا۔ اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا ہوگا اور نفس کو خواہش سے روکا ہوگا۔ پس جنت ہی اس کا ٹھکانا ہوگا۔ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ وہ کب قائم ہوگی؟ آپ کو اس کا ذکر کرنا کیا کام؟ اس کا علم تو آپ کے رب ہی کے پاس ہے۔ آپ تو صرف اس شخص کو ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈرتا ہو۔ جس دن وہ اسے دیکھیں گے تو یوں معلوم ہوگا کہ وہ دن کی ایک شام یا اس کی صبح تھی۔

ان آیات کا بنیادی مضمون یہ ہے کہ ان میں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت اور تخلیق کے مختلف پہلو بیان کرتے ہیں، جیسے آسمان کی بلندی، رات کی تاریکی، دن کی روشنی، زمین کا فرش بنانا، پانی اور چارہ پیدا کرنا، اور پہاڑوں کو مضبوطی سے جمانا۔ یہ سب انسان اور جانوروں کے فائدے کے لیے ہے۔ پھر قیامت کا ذکر ہے کہ جب وہ بڑی مصیبت (الطامۃ الکبری) کی تعیین کے بارے میں مفسرین کے اقوال ذکر ہوں گے۔ ہر انسان حسرت کرے گا اور اس کی تفسیر کے ضمن میں کفار کا قیامت کے انکار پر رد ہوگا۔ دوزخ کو ہر دیکھنے والے کے سامنے ظاہر کیا جائے گا۔ جو لوگ دنیاوی زندگی کو ترجیح دیں گے اور سرکشی کریں گے، ان کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا۔ لیکن جو اپنے رب کے سامنے پیشی سے ڈرتے رہے اور اپنی خواہشات کو قابو میں رکھا، ان کے لیے جنت ہے۔ آخری آیات میں قیامت کے وقت کے بارے میں استفسار کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قیامت کے وقت کا علم صرف اللہ کے پاس ہے، اور نبی ﷺ کا کام صرف لوگوں کو ڈرانا ہے۔ جب قیامت برپا ہوگی تو ایسا محسوس ہوگا جیسے دنیا کی زندگی ایک مختصر صبح یا شام تھی۔ یہ تمام تر تفصیلات ان آیات کی روشنی میں تفسیریں حوالوں کے ساتھ ذکر ہوگی۔

وَأَغْطَشَ لَيْلَهَا وَأَخْرَجَ ضُحَاهَا

**”اغطش“ اور ”ضحی“ کا لغوی معنی:**

”اغطش“ کا لفظ عربی زبان کے ”غَطْشٌ“ سے ماخوذ ہے، جس کے معانی ہیں: اندھیرا یا دھندلا پن۔

”أَغْطَشَ“ فعل ماضی ہے اور اس کا مطلب ہے "اندھیرا کرنا یا کسی شے کو تاریک بنانا"۔ "المعجم الوسیط" میں ہے:

"وغطش اللَّيْل ای أظلم۔" [[1]](#endnote-1)**ترجمہ:** "غطش اللیل" کا معنی رات تاریک ہوگئی۔"

یہاں اس کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ نے رات کو تاریک کیا۔

"ضُحىٰ" کا مطلب ہے دن کے وقت کی وہ روشنی جب سورج اپنی بلندی پر آتا ہے اور روشنی خوب پھیل جاتی ہے۔ ضمیر "ہا" یہاں زمین یا دنیا کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ "ضحی" کا معنی ابن منظور افریقی نے "لسان العرب" میں یوں بیان کیا ہے:

"وَالضُّحى: والنهارِ، وَقِيلَ: ساعةٌ مِنْ سَاعَاتِ النَّهَارِ. والضُّحى: حينَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ فَيَصْفو ضَوْءُها. والضَّحاء، بِالْفَتْحِ وَالْمَدِّ، إِذا ارْتَفَعَ النَّهارُ واشْتَدَّ وَقْعُ الشَّمْسِ، وَقِيلَ: هُو إِذا عَلَتِ الشَّمْسُ إِلى رُبْعِ السَّماءِ فَما بَعْدَه۔" [[2]](#endnote-2)

**ترجمہ:** "ضحی: دن کے وقت کو کہا جاتا ہے، اور بعض نے کہا کہ یہ دن کے اوقات میں سے ایک خاص وقت ہے۔ "ضحی" وہ وقت ہے جب سورج طلوع ہوتا ہے اور اس کی روشنی صاف وشفاف ہوجاتی ہے۔ "الضحاء: دن کے اس وقت کو کہتے ہیں جب سورج بلند ہو جاتا ہے اور اس کی دھوپ تیز ہوجاتی ہے۔ بعض کے نزدیک یہ وہ وقت ہے جب سورج آسمان کے ایک چوتھائی حصے تک بلند ہوجاتا ہے اور اس کے بعد کا وقت۔

**قدرت کا مظہر:**

یہ آیت مبارکہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور قدرت کے مختلف پہلوؤں کو بیان کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رات کے اندھیرے کو پھیلایا اور دن کے وقت کو روشنی سے معمور کیا۔ اس سے مراد قدرت کا وہ نظام ہے جو زمین پر دن اور رات کے تسلسل کو جاری رکھتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے رات کو آرام و سکون کے لیے بنایا، اور "أَغْطَشَ" کے ذریعے رات کی گہرائی اور خاموشی کو بیان کیا ہے۔ یہ تاریکی انسان کو سکون فراہم کرتی ہے اور دن کے ہنگاموں کے بعد سکون کا ذریعہ بنتی ہے۔ اور دن کو روشنی اور سرگرمی کے لیے بنایا۔ "ضُحَاهَا" کا ذکر روشنی کی شدت اور اس کے فوائد کو ظاہر کرتا ہے، جیسے انسانی محنت اور زمین پر زندگی کے دیگر اعمال۔ چنانچہ علامہ آلوسیؒ "تفسیر روح المعانی" میں ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وَأَغْطَشَ لَيْلَها أي جعله مظلما، يقال: غطش الليل وأغطشه الله تعالى كما يقال: ظلم وأظلمه۔ وَأَخْرَجَ ضُحاها أي أبرز نهارها۔ وعبر عن النهار بالضحى لأنه أشرف أوقاته وأطيبها وفيه من انتعاش الأرواح ما ليس في سائرها فكان أوفق لمقام تذكير الحجة على منكري البعث وإعادة الأرواح إلى أبدانها۔ "[[3]](#endnote-3)

**ترجمہ:** "وأغطش ليلها" یعنی اللہ تعالیٰ نے رات کو اندھیرا کیا۔ کہا جاتا ہے کہ رات اندھیری ہوئی اور اللہ نے اسے اندھیرا کر دیا، جیسے کہا جاتا ہے ظلم اور اللہ نے ظلم کیا۔ "وأخرج ضحاها" یعنی دن کو ظاہر کیا۔ دن کو ضحیٰ کے وقت سے تعبیر کیا کیونکہ یہ دن کا بہترین اور خوشگوار وقت ہے اور اس میں روحوں کی تروتازگی ہوتی ہے جو دن کے باقی حصوں میں نہیں پائی جاتی، اس لیے یہ وقت بعثت اور روحوں کی دوبارہ زندگی کے منکروں کو حجت کے طور پر ذکر کرنے کے لیے مناسب ترین تھا۔"

وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَٰلِكَ دَحَاهَا

**”دحی“ کی لغوی تحقیق:**

لفظ "دحاھا" کا مادہ "دَحْوٌ" ہے، جس کا مطلب ہے: کسی چیز کو پھیلانا، بچھانا یا ہموار کرنا۔

ابن منظور لکھتے ہیں کہ "دَحْوٌ" کا مطلب کسی چیز کو پھیلانے یا وسعت دینے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ " لسان العرب" میں لکھتے ہیں:

"الدَّحْوُ: البَسْطُ. دَحَا الأَرضَ ای بَسَطَها۔" [[4]](#endnote-4)

**ترجمہ:** "دحو" کا مطلب ہے پھیلانا یا بچھانا۔ "دحا الارض" کا مطلب ہے زمین کو بچھایا یا پھیلایا۔"

**زمین اور آسمان کی پیدائش میں ترتیب:**

مولانا عبدالحقؒ نے "تفسیر حقانی" میں آسمان اور زمین کو پیدا کرنے کےحوالے ان کی ترتیب کے بارے میں فرمایا:

"اس کے بعد یعنی آسمان کے سنوارنے کے بعد زمین کو ہموار کیا۔ پیدا تو اول زمین کو کیا، اس کے بعد آسمان کو پیدا کیا اور اس کو ٹھیک کرکے زمین کو ہموار اور موزوں کیا۔"

قرآن کی دیگر آیات کی روشنی میں زمین اور آسمان کی تخلیق کی ابتداء زمین سے ہوئی پھر آسمان کی تخلیق کی گئی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورہ بقرہ میں فرماتا ہے:

ﵟهُوَ ٱلَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي ٱلۡأَرۡضِ جَمِيعٗا ثُمَّ ٱسۡتَوَىٰٓ إِلَى ٱلسَّمَآءِ فَسَوَّىٰهُنَّ سَبۡعَ سَمَٰوَٰتٖۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيۡءٍ عَلِيمٞ ﵞ[[5]](#endnote-5)

**ترجمہ:** "وہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کی تمام چیزیں پیدا کیں، پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور انہیں سات آسمان بنایا۔ اور وہ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے۔"

سورہ النزعت کی آیات میں پہلی آسمان کی تخلیق کا ذکر ہے، پھر زمین کو بچھانے کا بیان ہے۔ اس لئے مفسرین نے ان آیات کی مختلف انداز میں وضاحت کی ہے۔ اور بعض اوقات تخلیق کی ترتیب کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن "تفسیر کبیر" میں امام رازیؒ نے جس انداز میں تفسیر کی ہے، اس سے آیات اور مفسرین کی تفسیر میں تطبیق ہوجاتی ہے۔ چنانچہ وہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"لَمَّا ثَبَتَ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى خَلَقَ الْأَرْضَ أَوَّلًا ثُمَّ خَلَقَ السَّمَاءَ ثَانِيًا، ثُمَّ دَحَى الْأَرْضَ بَعْدَ ذَلِكَ ثَالِثًا۔" [[6]](#endnote-6)

**ترجمہ:** "جب یہ ثابت ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے زمین کو پیدا کیا، پھر آسمان کو پیدا کیا، اور اس کے بعد زمین کو بچھایا۔"

أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءَهَا وَمَرْعَاهَا

**لفظ ”مرعی“ کی لغوی تحقیق:**

لفظ ”مرعی“ عربی زبان میں "چراگاہ" یا "چرنے کی جگہ" کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اس کا مادہ "رعی" ہے، جس کا مطلب ہے "چرنا" یا "چرانا"۔ مرعی کا مفہوم وہ سبزہ یا گھاس ہے جو جانوروں کے چرنے کے لیے نکلتا ہے۔ "المعجم الوسیط"میں ”مرعی“ کا معنی لکھتے ہیں:

"المرعى (الرّعية) الْمَاشِيَة الراعية والماشية المرعية وَعَامة النَّاس الَّذين عَلَيْهِم رَاع يدبر أَمرهم ويرعى مصالحهم۔" [[7]](#endnote-7)

**ترجمہ:** ”مرعی“ یعنی "الرعیۃ" مویشی چرائے جانے والے، اور مویشی چرائے جانے والے جانور، اور عام لوگ جن پر کوئی نگہبان مقرر ہو جو ان کے امور کی دیکھ بھال کرے اور ان کے مفادات کی حفاظت کرے۔"

**آیت کی تفسیر:**

یہ آیت زمین کی تخلیق اور اللہ کی ربوبیت کا ذکر کرتی ہے۔ اس میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین سے پانی نکالا اور اس پر سبزہ اور چراگاہیں پیدا کیں، تاکہ انسان اور دیگر مخلوقات اپنی ضروریات پوری کر سکیں۔ علامہ قرطبیؒ "تفسیر قرطبی" میں اس آیت کی میں مختلف اقوال ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"(وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذلِكَ دَحاها) أَيْ بَسَطَهَا. وَهَذَا يُشِيرُ إِلَى كَوْنِ الْأَرْضِ بَعْدَ السَّمَاءِ۔ وَقِيلَ: دَحَاهَا سَوَّاهَا۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: خَلَقَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ وَوَضَعَهَا عَلَى الْمَاءِ عَلَى أَرْبَعَةِ أَرْكَانٍ، قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ الدُّنْيَا بِأَلْفِ عَامٍ، ثُمَّ دُحِيَتِ الْأَرْضُ مِنْ تَحْتِ الْبَيْتِ۔ وَقِيلَ: دَحاها: حَرَثَهَا وَشَقَّهَا. قَالَهُ ابْنُ زَيْدٍ. وَقِيلَ: دَحَاهَا مَهَّدَهَا لِلْأَقْوَاتِ۔" [[8]](#endnote-8)

**ترجمہ:** "والأرض بعد ذلك دحاها" یعنی زمین کو پھیلایا۔ یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ زمین آسمان کے بعد پیدا کی گئی۔ بعض نے کہا: "دحاها" کا مطلب ہے کہ زمین کو ہموار کیا۔ ابن عباس سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو تخلیق کیا اور اسے پانی پر چار ستونوں پر رکھا، دنیا کی تخلیق سے ایک ہزار سال قبل، اور زمین کو کعبہ کے نیچے سے پھیلایا۔ کچھ نے کہا کہ "دحاها" کا مطلب ہے زمین کو ہموار کیا اور رہائش کے لائق بنایا۔"

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے "تفسیر در منثور" میں زمین کو بچھانے کے حوالے سے لکھا ہے:

"عَن عَطاء قَالَ: بَلغنِي أَن الأَرْض دحيت دحياً من تَحت الْكَعْبَة۔" [[9]](#endnote-9)

**ترجمہ:** "حضرت عطاءؒ سے روایت ہے کہ مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ زمین کو بچھانے کا آغاز کعبہ معظمہ کے نیچے سے کیا گیا۔"

وَالْجِبَالَ أَرْسَاهَا

**”ارسی“ کا لغوی معنی:**

عربی لفظ "أَرْسَى" کا مطلب ہے "جمانا" یا "مضبوطی سے قائم کرنا"۔ یہ فعل استحکام اور جماؤ کی علامت ہے اور عام طور پر کسی چیز کو مضبوطی سے زمین پر جما دینے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ "لسان العرب" میں ہے:

"رُسُوّاً وأَرْسَى: ثَبَتَ. ورَسَا الجَبَلُ يَرْسُو إِذَا ثَبَت أَصلهُ فِي الأَرض۔ مُرْساها : قَالَ الزَّجَّاجُ: الْمَعْنَى يسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ متَى وقُوعُها۔" [[10]](#endnote-10)

**ترجمہ:** "رسو" اور "ارسی" کے معنی ہیں: ثابت ہونا یا جم جانا۔ "رسا الجبل یرسو" کا مطلب ہے کہ پہاڑ اپنی بنیاد زمین میں مضبوطی سے جمالے۔ "مرساھا" کے بارے میں کہا گیا کہ اس کا مطلب ہے: قیامت کے وقت کے بارے میں سوال۔ زجاج نے کہا کہ مطلب یہ کہ لوگ آپ سے قیامت کے واقع ہونے کے وقت کے بارے میں پوچھتے ہیں۔"

**پہاڑ وں کا استحکام:**

یہ آیت اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی قدرت اور کمال کو بیان کرتی ہے، خاص طور پر زمین کے استحکام کے حوالے سے۔ سورۃ النحل کی آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو پیدا کرنے کی حکمت اور مقصد بیان کیا ہےکہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو زمین میں گہرائی کے ساتھ جمادیا، تاکہ زمین میں استحکام رہے اور وہ لرزش سے محفوظ رہے۔ چنانچہ فرمایا:

"والقی فی الارض رواسی ان تمید بکم۔" [[11]](#endnote-11)

**ترجمہ:** "اور زمین میں مضبوط پہاڑ رکھ دئیے، تاکہ وہ تمہیں لے کر ڈھمگائے نہیں۔"

مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس میں پہاڑوں کے ذریعے زمین کی مضبوطی اور استحکام کو بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن کثیرؒ "تفسیر ابن کثیر" میں اس آیت کی تفسیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: لَمَّا خَلَقَ اللَّهُ الْأَرْضَ قَمَصَتْ وَقَالَتْ: تَخْلُقُ عَلَيّ آدَمَ وَذُرِّيَّتَهُ، يُلْقُونَ عَلَيَّ نَتَنَهُمْ وَيَعْمَلُونَ عَلَيّ بِالْخَطَايَا، فَأَرْسَاهَا اللَّهُ بِالْجِبَالِ، فَمِنْهَا مَا تَرَوْنَ، وَمِنْهَا مَا لَا تَرَوْنَ، وَكَانَ أَوَّلُ قَرَار الْأَرْضِ كَلَحْمِ الْجَزُورِ إِذَا نحِر، يَخْتَلِجُ لَحْمُهُ. غَرِيبٌ۔" [[12]](#endnote-12)

**ترجمہ:** "حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا تو وہ کانپنے لگی اور کہنے لگی: آپ میرے اوپر آدم اور اس کی اولاد کو پیدا کریں گے، جو مجھ پر اپنی گندگی ڈالیں گے اور مجھ پر گناہ کریں گے۔ تب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پہاڑوں کے ذریعے مضبوطی سے تھام لیا۔ کچھ پہاڑ نظر آتے ہیں اور کچھ نظر نہیں آتے۔ زمین کی پہلی حالت اس طرح تھی جیسے ذبح کیے گئے اونٹ کا گوشت جو حرکت کرتا ہے۔"

مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ

**کفار کے قیامت کے انکار پر ردّ:**

یہ آیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں اور ان کے مویشیوں کے لیے دنیا میں دی جانے والی مختلف نعمتوں اور وسائل کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اللہ نے مخلوقات کے لیے زمین پر وسائل فراہم کیے ہیں، جن سے انسان اور حیوانات استفادہ کرتے ہیں، اور یہ سب کچھ ایک مخصوص مدت تک ہی ہے، یعنی قیامت تک جب تک دنیا کی مدت پوری نہیں ہو جاتی۔ اس آیت کا مقصد یہ بتانا ہے کہ دنیا کی تمام چیزیں عارضی ہیں، اور انسانوں کو ان نعمتوں کا استعمال کرتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ کفار قیامت کے دن کا انکار کرتے تھے، یہ آیت ان کے تصور کو چیلنج کرتی ہے۔ ان کے نزدیک یہ تمام نعمتیں اور وسائل دائمی ہیں، اور وہ قیامت کو محض افسانہ سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ بتا دیا کہ یہ تمام چیزیں عارضی ہیں اور یہ سب کچھ ایک دن ختم ہو جائے گا۔ قیامت کا دن آ کر تمام چیزوں کا حساب لے گا اور اس دن یہ جاندار اپنی زندگی کے تمام اعمال کا حساب دیں گے۔ اس طرح کفار کی قیامت کے انکار کا رد کر کے اللہ تعالیٰ نے ثابت کیا کہ دنیا کی ہر چیز کا ایک آخر ہے، اور قیامت ایک حقیقت ہے جو وقوع پذیر ہو کر رہنی ہے۔ یعنی اللہ کی نعمتوں اور وسائل کا عارضی ہونا قیامت کی حقیقت کو ثابت کرتا ہے، کیونکہ وہ اس دن انسانوں اور جانداروں کے اعمال کا حساب لے گا۔

علامہ آلوسیؒ اپنی تفسیر "روح المعانی" میں اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہے:

"مَتاعاً لَكُمْ وَلِأَنْعامِكُمْ أي فعل ذلك تمتيعا لكم ولأنعامكم لأن فائدة ما ذكر من الدحو وإخراج الماء والمرعى واصلة إليهم ولأنعامهم فإن المرعى كما سمعت مجاز عما يأكله الإنسان وغيره۔" [[13]](#endnote-13)

**ترجمہ:** "متاعا لکم ولانعامکم" یعنی اللہ تعالیٰ نئے یہ سب تمہیں اور تمہارے مویشیوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے کیا۔ کیونکہ زمین کا بچھانا، پانی نکالنا اور چارہ پیدا کرنا، یہ سب انسانوں اور ان کے مویشیوں کے لئے فائدہ مند ہے۔ "مرعی" مجازاً ان تمام چیزوں کے لئے استعمال ہوا ہے جو انسان اور دیگر مخلوقات کھاتے ہیں۔"

امام ماتریدیؒ نے اس آیت کی تفسیر یوں بیان کی ہے:

"فيه أن ما جعله متاعا لنا قد جعل شيئا من ذلك للدواب أيضا، والذي جعله للأنعام، لم يجعل لنا فيه شركاء؛ وذلك لأن الذي أنشأه لمتاع البشر منه ما يستخبث ويستقذر، ومنه ما يستطاب ويدخر، فجعل ما طاب منه للبشر، وما خبث منه لمنافع الدواب، والذي أنشأه لمنافع الدواب مما تستخبثه الطباع وتستقذره، فَفَضَّل أغذية مَنْ فَضَّلَ منازلهم۔" [[14]](#endnote-14)

**ترجمہ:** "فيه أن ما جعله متاعاً لنا" یعنی جو کچھ ہمارے فائدے کے لیے بنایا گیا، اس میں سے کچھ جانوروں کے لیے بھی بنایا گیا۔ اور جو چیز انسانوں کے لیے متاع ہے، اس میں سے کچھ ایسی ہے جو مکروہ اور ناپسندیدہ ہے اور کچھ ایسی جو پاکیزہ اور خوشبودار ہے۔ اللہ نے جو چیز انسانوں کے لیے طیب اور خوشبو دار بنائی، وہی ان کے لیے مخصوص کی، اور جو جانوروں کے فائدے کے لیے بنائی، وہ ان کے لیے خاص کی، جو کہ بعض اوقات انسانی طبیعتوں کے لیے ناپسندیدہ اور مکروہ ہوتی ہیں۔"

فَإِذَا جَاءَتِ الطَّامَّةُ الْكُبْرَىٰ

**”طامة کبری“ کا لغوی معنی :**

عربی زبان میں ”طامة “ کا مطلب ہے کوئی بہت بڑی آفت یا مصیبت جو ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے لے۔

"کبری" کا مطلب ہے بڑی یا عظیم ترین۔ یہ صفت طامہ کی شدت اور اہمیت کو بڑھا رہی ہے۔

لہٰذا ”طامة کبری“ کا مطلب ہوا: "بہت بڑی آفت یا قیامت کی عظیم ترین گھڑی۔" ابن منظور "لسان العرب" میں "الطامۃ" کا معنی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"والطامَّةُ: الدَّاهِيَةُ تَغْلِب مَا سِواها۔ وَقَالَ الْفَرَّاءُ هِيَ القيامةُ تَطُمُّ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ۔" [[15]](#endnote-15)

**ترجمہ:** "الطامۃ" بڑی آفت جو سب چیزوں پر غالب آجاتی ہے۔ فراء نے کہا کہ یہ قیامت ہے جو ہر چیز کو ڈھانپ لیتی ہے۔"

**آیت کی تفسیر اور "الطامۃ الکبری" کے مصداق میں مفسرین کے اقوال:**

یہ آیت میں اللہ تعالیٰ قیامت کی ہولناکیوں اور انسان کے اعمال کے انجام کی وضاحت کرتا ہے۔ ”طامة کبری“ اس عظیم دن کی نشاندہی کرتی ہے جب دنیا کا نظام درہم برہم ہو جائے گا اور تمام مخلوقات اپنے انجام کے لیے اللہ کے حضور پیش ہوں گی۔

”طامة کبری“ کا مصداق بیان کرتے ہوئے امام جلال الدین سیوطیؒ مفسرین کے اقوال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عَن ابْن عَبَّاس فِي قَوْله: {فَإِذا جَاءَت الطامة الْكُبْرَى} قَالَ: الطامة من أَسمَاء يَوْم الْقِيَامَة۔ عَن الْقَاسِم بن الْوَلِيد الهمذاني قَالَ: إِذا سيق أهل الْجنَّة إِلَى الْجنَّة وَأهل النَّار إِلَى النَّار۔ عَن عَمْرو بن قيس الْكِنْدِيّ قَالَ: إِذا قيل اذْهَبُوا بِهِ إِلَى النَّار۔ عَن ابْن جريج قَالَ: لمن ينظر۔ عَن مُجَاهِد رضي الله عنه قَالَ: إِذا دفعُوا إِلَى مَالك خَازِن النَّار۔" [[16]](#endnote-16)

**ترجمہ:** "فإذا جاءت الطامة الكبرى" ابن عباس فرماتے ہیں کہ "الطامة" قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ قاسم بن ولید [[17]](#endnote-17)نے کہا: جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں داخل ہو جائیں گے۔ عمرو بن قیس [[18]](#endnote-18)نے کہا: جب کہا جائے گا کہ اسے جہنم میں لے جاؤ۔ ابن جریج[[19]](#endnote-19) نے کہا کہ یہ قیامت کی حالت کو بیان کرتا ہے۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ جب انہیں مالک جہنم کے سپرد کیا جائے گا۔"

**دنیاوی زندگی کا مقصد:**

دنیا میں رہنے کا مقصد اسلامی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اس کے احکامات کی پیروی کرنا ہے۔ علماء کے اقوال اور قرآن و حدیث کی روشنی میں، دنیا ایک امتحان گاہ ہے جہاں انسان کو آزمائش کے لیے بھیجا گیا ہے تاکہ وہ اپنی آخرت کو بہتر بنا سکے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ[[20]](#endnote-20)" یعنی "اور میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔"

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ انسان کی زندگی کا بنیادی مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ دنیا کا اصل مقصد آخرت کی تیاری ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ دنیاوی نعمتوں کو آخرت کے لیے وسیلہ بنائے اور دنیا کو اپنا مقصد نہ سمجھے۔" [[21]](#endnote-21)

**آیت کا جواب:**

آیت " فَإِذَا جَاءَتِ الطَّامَّةُ الْكُبْرَىٰ" یعنی جب قیامت آئے گی تو ہر انسان کا فیصلہ ہوجائے گا۔ جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں داخل ہوجائے گا۔ چنانچہ اس آیت کا جواب ذکرتے ہوئے امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:

"وَجَوَابُ فَإِذا جاءَتِ الطَّامَّةُ مَحْذُوفٌ أَيْ إِذَا جَاءَتِ الطَّامَّةُ دَخَلَ أَهْلُ النَّارِ النَّارَ وَأَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ۔" [[22]](#endnote-22)

**ترجمہ:** "فاذا جاءت الطامۃ" کا جواب محذوف ہے کہ جب قیامت آئے گی، تو دوزخی دوزخ میں داخل ہوں گے اور جنتی جنت میں داخل ہوں گے۔"

يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ مَا سَعَىٰ

**قیامت کے دن انسان کی حسرت:**

علامہ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ قیامت کے دن انسان اپنی دنیاوی زندگی کے اعمال کو یاد کرے گا، چاہے وہ نیک ہوں یا بد۔ چنانچہ وہ اس آیت کے ضمن میں "تفسیر ابن کثیر" میں لکھتے ہیں:

"أَيْ: حِينَئِذٍ يتذكرُ ابنُ آدَمَ جَمِيعَ عَمَلِهِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ۔" [[23]](#endnote-23)

**ترجمہ:** "اس وقت ابن آدم کو اپنی تمام نیکیاں اور برائیاں یاد آئیں گی۔"

یہ یاد دہانی اس کے لیے حسرت اور افسوس کا باعث بنے گی اگر اس کے اعمال برے ہوں، اور خوشی کا باعث بنے گی اگر اعمال نیک ہوں۔ اور قیامت کے دن انسان کو اس کے تمام اعمال یاد دلائے جائیں گے، اور وہ ان کے مطابق جزا یا سزا پائے گا۔

وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِمَن يَرَىٰ

**”برزت“ اور ”الجحیم“ کی لغوی تحقیق:**

لفظ "بُرِّزَتِ" عربی زبان کے مادہ "برز" سے نکلا ہے۔ اس کا لغوی معنی ہے "ظاہر ہونا، نمایاں ہونا، کھل کر سامنے آنا"۔ یہ لفظ عام طور پر کسی چیز کے ظاہر ہونے یا نمایاں ہونے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ "تاج العروس" میں اس کا معنی ہے:

"بَرَّزَهُ تَبْرِيزاً: أَظْهَرَه وبيَّنَه، وَمِنْه قَوْلُهُ تَعالى: وبُرِّزَت الجحيمُ أَي كُشف غطاؤها۔" [[24]](#endnote-24)

**ترجمہ:** "برزہ تبریزا" کا مطلب ہے کسی چیز کو ظاہر کرنا اور واضح کرنا۔ اسی سے قرآن کریم کی آیت "وبرزت الجحیم: کا مطلب ہے کہ جہنم کو بے پردہ کیا گیا، یعنی اس کا پردہ ہٹادیا گیا۔"

لفظ "الجحیم" عربی زبان میں مادہ "جحَمَ" سے نکلا ہے۔ اس کا لغوی معنی ہے "شدید آگ یا دہکتی ہوئی آگ"۔ "جحیم" کا لغوی معنی ذکر کرتے ہوئے "المعجم الوسیط" میں لکھا ہے:

"جحم: النَّار جحما أوقدها وَالرجل عَيْنَيْهِ فتحهَا۔" [[25]](#endnote-25)

**ترجمہ:** "جحم" کا مطلب ہے آگ بڑھکی یا جلائی گئی اور آدمی نے اپنی آنکھیں پوری طرح کھول دی۔"

یہ لفظ قرآن مجید میں جہنم کے لیے استعمال ہوتا ہے اور اس کے عذاب کی شدت کو ظاہر کرتا ہے۔

اصطلاحی طور پر "الجحیم" سے مراد وہ مقام ہے جو کافروں اور گناہ گاروں کے لیے اللہ تعالیٰ نے آخرت میں عذاب کے طور پر تیار کیا ہے۔ "الجحیم" کی تعریف کرتے ہوئے "تاج اللغہ" میں لکھا ہے:

"الجَحيمُ: اسمٌ من أسماء النار. وكلُّ نارٍ عظيمةٍ في مَهْواةٍ فهي جَحيمٌ۔" [[26]](#endnote-26)

**ترجمہ:** "جحیم" جہنم کے آگ کے ناموں میں سے ایک نام ہے، اور ہر بڑی گہرائیوں والی آگ کو جہنم کہا جاتا ہے۔"

**ہر انسان جہنم کو دیکھے گا:**

قیامت کے دن جہنم کو کھلم کھلا ہر انسان کے سامنے لایا جائے گا تاکہ وہ اس کے ہولناک مناظر کو دیکھ سکے۔ یہاں "لِمَن يَرَىٰ" کا مطلب ہے "ہر دیکھنے والے کے لیے"، خواہ وہ مومن ہو یا کافر۔ مومن اس منظر کو دیکھ کر اللہ کے عذاب سے بچنے پر شکر ادا کرے گا، جبکہ کافر خوف اور حسرت کا شکار ہوگا۔ چنانچہ علامہ قرطبیؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ أَيْ ظَهَرَتْ. لِمَنْ يَرى قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: يُكْشَفُ عَنْهَا فَيَرَاهَا تَتَلَظَّى كُلُّ ذِي بَصَرٍ. وَقِيلَ: الْمُرَادُ الْكَافِرُ لِأَنَّهُ الَّذِي يَرَى النَّارَ بِمَا فِيهَا مِنْ أَصْنَافِ الْعَذَابِ. وَقِيلَ: يَرَاهَا الْمُؤْمِنُ لِيَعْرِفَ قَدْرَ النِّعْمَةِ وَيُصْلَى الْكَافِرُ بِالنَّارِ۔" [[27]](#endnote-27)

**ترجمہ:** "وبرزت الجحیم" یعنی جہنم ظاہر کردی گئی، جو اسے دیکھنا چاہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد یہ ہے کہ جہنم کو کھول دیا جائے گا تاکہ ہر دیکھنے والا اسے جلتے ہوئے دیکھے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد کافر ہے، کیونکہ وہی جہنم اور اس میں موجود عذاب کی اقسام کو دیکھے گا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مؤمن بھی اسے دیکھے گا تاکہ نعمت کی قدر پہچان سکے، اور کافر جہنم میں داخل ہوگا۔"

فَأَمَّا مَن طَغَىٰ (37) وَآثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا (38) فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ

**سرکشوں کا انجام:**

اس آیت میں " فَأَمَّا مَنْ طَغَىٰ" کے ذریعے ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو اللہ کی نافرمانی میں حد سے تجاوز کرتے ہیں۔ یہاں طغیان سے مراد وہ کفر اور گناہ ہے جو انسان کو اللہ کے دین سے دور کر دیتا ہے۔ اس کے بعد اگلی آیات میں اس طغیان کے نتائج بیان کیے گئے ہیں کہ ایسے شخص کا انجام جہنم ہوگا، کیونکہ اس نے آخرت کی فکر چھوڑ کر دنیا کو ترجیح دی۔ چنانچہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ آلوسیؒ اپنی تفسیر "روح المعانی" میں لکھتے ہیں:

"أي فأما من عتا وتمرد عن الطاعة وجاوز الحد في العصيان حتى كفر وَآثَرَ أي اختار الْحَياةَ الدُّنْيا الفانية التي هي على جناح الفوات فانهمك فيما متع به فيها ولم يستعد للحياة الآخرة الأبدية بالإيمان والطاعة فَإِنَّ الْجَحِيمَ التي ذكر شأنها هِيَ الْمَأْوى أي مأواه۔" [[28]](#endnote-28)

**ترجمہ:** "جو شخص سرکشی کرے اور نافرمانی میں حد سے تجاوز کرے، یہاں تک کہ کفر اختیار کرے، اور دنیا کی فانی زندگی کو ترجیح دے، یعنی دنیاوی زندگی کو آخرت پر فوقیت دے کر اس کی لذتوں میں غرق ہوجائے اور آخرت کی ہمیشہ رہنے والی زندگی کے لئے ایمان اور نیکیوں کے ذریعے تیاری نہ کرے، تو پھر دوزخ ہی اس کا ٹھکانہ ہوگی۔"

**دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے والے کا انجام:**

یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں ہے جو دنیاوی زندگی کو آخرت پر فوقیت دیتے ہیں۔ وہ اپنی خواہشات، مال و دولت، اور عارضی فوائد کی خاطر اللہ کی اطاعت کو چھوڑ دیتے ہیں۔ ایسے افراد کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کا انجام جہنم ہے۔ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ دنیا کو ترجیح دینے والے وہ لوگ ہیں جو دنیا کے فائدے کے لیے اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں اور آخرت کے لیے کچھ نہیں کرتے۔ ان کے اعمال کے بدلے انہیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا، کیونکہ انہوں نے حق کو پسِ پشت ڈال دیا۔ چنانچہ وہ"تفسیر ابن کثیر" میں لکھتے ہیں:

"{وَآثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا} أَيْ: قَدَّمَهَا عَلَى أَمْرِ دِينِهِ وَأُخْرَاهُ، {فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَى} أَيْ: فَإِنَّ مصيرَه إِلَى الْجَحِيمِ وَإِنَّ مَطْعَمَهُ مِنَ الزَّقُّومِ، وَمَشْرَبَهُ مِنَ الْحَمِيمِ۔" [[29]](#endnote-29)

**ترجمہ:** "وآثر الحياة الدنيا" یعنی جس نے دنیا کو اپنے دین اور آخرت پر ترجیح دی، تو اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ یعنی اس کا انجام جہنم ہے، جہاں اس کا کھانا زقوم اور مشروب گرم پانی ہوگا۔"

**دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے کی خرابی:**

دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے کی وجہ سے انسان کی زندگی اللہ تعالی کی نافرمانی میں گزرتی ہے۔ وہ دنیاوی زندگی کو سب کچھ سمجھتا ہے۔ اور اس کی زندگی میں کئی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں، جیسا کہ دنیاوی لالچ انسان کے دل کو ایمان سے خالی کر دیتا ہے۔ ایسے افراد آخرت کے لیے کوئی تیاری نہیں کرتے، کیونکہ ان کی تمام تر توجہ دنیاوی فائدے پر مرکوز ہوتی ہے۔ دنیا کی محبت انسان کو جھوٹ، دھوکہ، اور ظلم جیسے گناہوں میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اور ایسے لوگوں کا انجام جہنم ہے۔

**"حب الدنيا رأس كل خطيئة" حدیث کی تخریج:**

اس حدیث کو "شعب الایمان" میں امام بیہقیؒ [[30]](#endnote-30)نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مرسلاً نقل کیا ہے۔

"عن الحسن: قال قال رسول اللہ ﷺ: "حب الدنیا راس کل خطیئۃ۔"

**ترجمہ:** "حسن رحمہ اللہ سے روایت ہے، فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے۔"

یہ حدیث مختلف کتب میں منقول ہے، لیکن اس کی سند پر بعض علماء نے اختلاف کیا ہے:

چنانچہ الدر المنثورہ فی الاحادیث المشہورہ میں ہے:

"حديث: حب الدنيا رأس كل خطيئة البيهقي في "الشعب" من مراسيل الحسن مرفوعا، وابن أبي الدنيا في "مكائد الشيطان" من كلام مالك بن دينار. والبيهقي في "الزهد" من كلام عيسى ابن مريم، وابن يونس يونس في "تاريخ مصر" من كلام سعد بن مسعود.

قلت: قد عد الحديث في الموضوعات، وتعقبه شيخ الإسلام ابن حجر بأن ابن المديني أثنى على مراسيل الحسن والإسناد حسن إليه، وقد أورده الديلمي من حديث علي بن أبي طالب رضي الله عنه، وبيض له في "مسنده" فلم يذكر له إسنادا، وهو في "تاريخ ابن عساك عن سعد بن مسعود الصدفي التابعي بلفظ: حب الدنيا راس كل الخطأ. انتهى". [[31]](#endnote-31)

**ترجمہ:** یہ حدیث "حبُّ الدُّنيا رأسُ كلِّ خطيئةٍ" یعنی دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے۔ امام بیہقی نے "شعب الإيمان" میں حسن بصری سے مرسل روایت کے طور پر نقل کی ہے، اور ابن ابی الدنیا نے "مكائد الشيطان" میں اسے مالک بن دینار کا قول بتایا ہے۔ اسی طرح بیہقی نے "الزهد" میں اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام ذکر کیا ہے، اور ابن یونس[[32]](#endnote-32) نے "تاريخ مصر" میں اسے سعد بن مسعود [[33]](#endnote-33)کا قول قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کو موضوعات (من گھڑت احادیث) میں شمار کیا گیا ہے، لیکن اس پر امام ابن حجر رحمہ اللہ نے تنقید کرتے ہوئے فرمایا کہ امام ابن المدینی[[34]](#endnote-34) مرسلات حسن بصری کو قبول کرتے تھے اور اسے حسن (قابل قبول) قرار دیتے تھے۔ دیلمی نے اس حدیث کو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، لیکن "مسند" میں اس کا کوئی سند ذکر نہیں کیا۔

یہ حدیث ابن عساکر کی "تاریخ" میں سعد بن مسعود الصدفی تابعی سے اس الفاظ کے ساتھ منقول ہے: "حبُّ الدنيا رأسُ كلِّ الخطأ" ۔

اور "المقاصد الحسنہ" میں ہے:

"حب الدنيا رأس كل خطيئة: البيهقي في الحادي والسبعين من الشعب، بإسناد حسن إلى الحسن البصري، رفعه مرسلا، وأورده الديلمي في الفردوس، وتبعه ولده بلا إسناد عن علي رفعه به، وهو عند البيهقي أيضا في الزهد، وأبي نعيم في الترجمة الثوري من الحلية من قول عيسى بن مريم عليه السلام، وعند ابن أبي الدنيا في مكايد الشيطان له، من قول مالك بن دينار، وعند ابن يونس في ترجمة سعد بن مسعود التجيبي من تاريخ مصر له، من قول سعد هذا، وجزم ابن تيمية بأنه من قول جندب البجلي رضي الله عنه. وبالأول يرد عليه وعلى غيره ممن صرح بالحكم عليه بالوضع؛ لقول ابن المديني: مرسلات الحسن إذا رواها عنه الثقات صحاح، ما أقل ما يسقط منها، وقال أبو زرعة: كل شيء يقول الحسن، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم، وجدت له أصلا ثابتا ما خلا أربعة أحاديث. وليته ذكرها، وقال الدارقطني: في مراسيله ضعف، وللديلمي عن أبي هريرة رفعه: أعظم الآفات تصيب أمتي: حبهم الدنيا، وجمعهم الدنانير والدراهم، لا خير في كثير ممن جمعها إلا من سلطه الله على هلكتها في الحق". [[35]](#endnote-35)

**ترجمہ:** "امام بیہقی نے اپنی کتاب "شعب الایمان" کے اکہترویں باب میں اسے حسن سند کے ساتھ حسن بصری سے مرفوعاً مرسل روایت کیا ہے۔ دیلمی نے اپنی کتاب "الفردوس" میں اسے بغیر سند کے علیؓ سے مرفوعاً نقل کیا ہے، اور ان کے بیٹے نے بھی ان کی پیروی کی۔ یہ بیہقی کی کتاب "الزہد" میں اور ابو نعیم کی کتاب "حلیة الاولیاء" میں سفیان ثوری[[36]](#endnote-36) کے ترجمے کے تحت حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے قول کے طور پر مذکور ہے۔ ابن ابی دنیا نے اپنی کتاب "مکايد الشيطان" میں اسے مالک بن دینار کے قول کے طور پر نقل کیا ہے، اور ابن یونس نے اپنی کتاب "تاریخ مصر" میں سعد بن مسعود التجیبی کے ترجمے میں سعد کے قول کے طور پر بیان کیا ہے۔ علامہ ابن تیمیہ نے اس قول کو جندب البجلی رضی اللہ عنہ کا قول قرار دیا ہے۔ پہلے قول کے مطابق، ابن تیمیہ اور دیگر جنہوں نے اس پر وضع (من گھڑت) ہونے کا حکم لگایا ہے، ان کی رائے رد ہو جاتی ہے۔ اس کی دلیل امام ابن مدینی کا قول ہے: "حسن بصری کی مرسل روایات، جب ان کو ثقہ راویوں سے روایت کیا گیا ہو، صحیح ہوتی ہیں، اور ان میں سے بہت کم ساقط ہوتی ہیں۔" ابو زرعہ نے کہا: "حسن بصری جو بھی یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اس کا ایک مستند اصل ضرور ملتا ہے، سوائے چار احادیث کے۔" اگر وہ چار احادیث ذکر کر دیتے تو بہتر ہوتا۔ امام دارقطنی نے کہا: "حسن بصری کی مرسل روایات میں ضعف ہے۔" دیلمی [[37]](#endnote-37)نے ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کیا: "میری امت کے لیے سب سے بڑی آفت ان کی دنیا کی محبت، اور دینار و درہم جمع کرنے کی خواہش ہے، مگر وہ لوگ جنہیں اللہ نے حق کے راستے میں ان کے استعمال پر مسلط کیا ہو۔"

**قبر میں اور قیامت کے دن نافرمانوں کا حشر:**

برے انسان کی قبر اور قیامت کے دن کی حالت کے بارے میں اسلامی تعلیمات قرآن مجید، احادیث مبارکہ اور علماء کرام کے اقوال میں تفصیل سے بیان کی گئی ہیں، ذیل میں ان کی تفصیل پیش کی جاتی ہے۔ قرآن اور حدیث میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ برے اعمال والے انسان کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا۔" [[38]](#endnote-38)**ترجمہ:** "وہ لوگ فرعون کی قوم صبح و شام آگ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔"

عذاب قبر کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"إن العبد إذا وُضِعَ في قبره وتولى عنه أصحابه وإنه ليسمع قرع نعالهم، أتاه ملكان... وإن كان كافراً أو منافقاً قال: لا أدري، فيقولان: لا دريتَ ولا تَليتَ، فيُضرَب بمطرقةٍ من حديد ضربةً بين أذنيه فيصيح صيحةً يسمعها من يليه إلا الثقلين." [[39]](#endnote-39)

**ترجمہ:** "جب بندے کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں... اگر وہ کافر یا منافق ہو تو وہ جواب نہیں دے پاتا، پھر اسے لوہے کے ہتھوڑے سے مارا جاتا ہے اور وہ چیختا ہے، سوائے انسان اور جن کے سب سنتے ہیں۔"

قیامت کے دن برے اعمال والوں کی حالت انتہائی ذلت آمیز ہوگی، جیسا کہ قرآن و سنت میں بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ \* عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ \* تَصْلَى نَارًا حَامِيَةً۔" [[40]](#endnote-40)

**ترجمہ:** "اس دن کچھ چہرے ذلیل ہوں گے، محنت کرنے والے تھکے ہوئے، وہ دہکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔"

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"يُؤتَى يومَ القيامةِ بالكافرِ فَيُغْمَرُ في النارِ غَمْرَةً واحدةً، ثم يُقالُ له: أيْ فُلانُ، هل وجدتَ خيرًا قطُّ؟ هل مَرَّ بكَ نعيمٌ قطُّ؟ فيقولُ: لا واللهِ يا ربِّ۔" [[41]](#endnote-41)

**ترجمہ:** "قیامت کے دن کافر کو لایا جائے گا اور ایک لمحے کے لیے جہنم میں ڈالا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا: کیا تُو نے کبھی کوئی خیر دیکھی؟ وہ کہے گا: نہیں، اے رب! کبھی نہیں۔"

وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ (40) فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ

**خوف خدا ہر گناہ سے بچاؤ کا ذریعہ:**

شیطان تمام بنی نوع انسان کا دشمن ہے، اس کی ہر ممکنہ کوشش ہوتی ہے کہ انسان کو گمراہی کے آخری حد تک پہنچا دیں۔ اور وہ اس کوشش میں ہر ساعت سرگرم عمل رہتا ہے۔ لیکن اللہ کا خود مؤمن کا وہ ہتھیار ہے جو انسان کو ہر گناہ سے محفوظ رکھتا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول:

"اللہ کا خوف، گناہوں کو چھوڑنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔" [[42]](#endnote-42)

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ "خوفِ خدا انسان کو ان چیزوں سے بچاتا ہے جو اللہ کی ناراضگی کا باعث بنتی ہیں، کیونکہ دل میں جب خوف پیدا ہو تو وہ عمل سے باز آتا ہے۔" [[43]](#endnote-43)

تفسیر مظہری میں ہے کہ "خوفِ خدا انسان کے دل کو گناہوں سے باز رکھتا ہے، اور یہ آیت ان لوگوں کی تعریف کرتی ہے جو اپنی خواہشات کو کنٹرول کرتے ہیں۔" [[44]](#endnote-44)

**"ھوی" کا لغوی معنی:**

"ھوی" عربی زبان میں خواہشاتِ نفس کے لیے استعمال ہوتا ہے، جو اکثر ایسی خواہشات کو ظاہر کرتا ہے جو انسان کو گناہ یا غلط کاموں کی طرف لے جائیں۔ "المعجم الوسیط" کے مطابق ”ھوی“ کا معنی ہے:

"الْهوى: الْميل والعشق وَيكون فِي الْخَيْر وَالشَّر وميل النَّفس إِلَى الشَّهْوَة وَالنَّفس المائلة إِلَى الشَّهْوَة۔" [[45]](#endnote-45)

**ترجمہ:** "الھوی" میلان اور عشق ہے، جو اچھائی اور برائی دونوں میں ہوتا ہے، اور نفس کا خواہشات کی طرف مائل ہونا اور نفس کا شوق کی طرف مائل ہونا۔"

**جنت کن لوگوں کا ٹھکانہ:**

یہ آیت اس بات کو واضح کرتی ہے کہ وہ شخص جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے کا خوف رکھتا ہے اور اس کے سامنے جوابدہی کے احساس کے ساتھ زندگی گزارتا ہے، اس کا ٹھکانہ جنت ہوگا۔ اس آیت سے پہلے آیت میں "مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ" کے الفاظ سے یہ بات واضح کی گئی تھی کہ وہ لوگ جو اللہ کے حضور کھڑے ہونے کے احساس سے ڈرتے ہیں اور اس خوف کے تحت اپنے اعمال درست رکھتے ہیں، ان کے لیے جنت کی بشارت دی گئی ہے۔

"الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ" کا مطلب ہے کہ جنت ہی ان کا مستقل اور دائمی ٹھکانہ ہوگا، جہاں نہ کوئی غم ہوگا، نہ خوف، بلکہ ہر قسم کی نعمتیں اور سکون میسر ہوگا۔ یہ آیت اس بات کی ترغیب دیتی ہے کہ صرف ایمان کا دعویٰ کافی نہیں بلکہ اس کے مطابق عمل بھی ضروری ہے۔ جنت ان لوگوں کا مقدر ہے جو دنیا میں اللہ کے احکامات کی پیروی کرتے ہیں اور آخرت کی تیاری کرتے ہیں۔ چنانچہ "تفسیر سمرقندی" میں اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے:

"وَأَمَّا مَنْ خافَ مَقامَ رَبِّهِ يعني: خاف المقام بين يدي ربه وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوى يعني: منع نفسه عن معاصي الله تعالى، وعمل بخلاف ما تهوى في الحرام فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوى يعني: مأوى من كان هكذا. قال علي بن أبي طالب، رضي الله عنه أخوف ما أخاف عليكم اثنان: طول الأمل، واتباع الهوى. فأما طول الأمل فينسي الآخرة، وأما اتباع الهوى فيصد عن الحق۔" [[46]](#endnote-46)

**ترجمہ:** "وأما من خاف مقام ربه" یعنی جس نے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈر محسوس کیا اور اپنی خواہشات کو روکا، اس کا ٹھکانہ جنت ہوگا۔ علی بن ابی طالب فرماتے ہیں کہ مجھے تم پر سب سے زیادہ خوف دو چیزوں کا ہے: لمبی امیدیں اور خواہشات کی پیروی۔ لمبی امیدیں آخرت کو بھلا دیتی ہیں اور خواہشات کی پیروی حق سے روک دیتی ہے۔"

**آیات کا نزول مصعب بن عمیرؓ اور عامر بن عمیر کے حوالے سے؟**

مولانا عبدالحق ؒ ان آیات کے شان نزول میں مصعب بن عمیرؓ اور عامر بن عمیر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ پہلے دونوں جملوں میں عامر بن عمیر کی طرف اشارہ ہے جو بدکار دنیا پرست تھا اور اخیر کےجملوں میں اس کے بھائی مصعب بن عمیر کی طرف اشارہ ہے جو تارک الدنیا تہجد گزار تھا۔ احد میں شہید ہوا جس کے لئے پورا کفن نہ تھا۔ سر ڈھانکتے تھے تو پاؤں کھل جاتے تھے اور جو پاؤں ڈھانکتے تھے تو سر کھل جاتا تھا۔"

اکثر مفسرین کے نزدیک ان آیات کا نزول عمومی ہے اور ان کے مخاطب وہ تمام افراد ہیں جو اللہ کے احکام کی مخالفت کرتے ہیں یا اپنی خواہشات کو قابو میں رکھتے ہیں۔ تاہم بعض مفسرین کے مطابق ان کا مصداق خاص طور پر مصعب بن عمیرؓ کی زندگی کے واقعات سے جُڑا جا سکتا ہے۔ چنانچہ علامہ آلوسیؒ "تفسیر روح المعانی" میں اس آیت کے شانِ نزول میں مختلف اقوال ذکر کرتے ہیں:

"وفي الكشاف أنه قتل أخاه أبا عزيز يوم أحد وعن ابن عباس أيضا أنهما نزلتا في أبي جهل وفي مصعب وقيل نزلت الأولى في النضر وابنه الحارث المشهورين بالغلو في الكفر والطغيان۔" [[47]](#endnote-47)

**ترجمہ:** "کشاف میں ذکر ہےکہ یہ آیت اس دن احد میں ابوعزیز کا قتل کرنے کے بارے میں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی روایت ہے کہ یہ آیت ابوجہل[[48]](#endnote-48) اور مصعب [[49]](#endnote-49)کے بارے میں نازل ہوئی۔ اور کہا گیا ہے کہ پہلی آیت نضر [[50]](#endnote-50)اور اس کے بیٹے حارث [[51]](#endnote-51)کے بارے میں نازل ہوئی، جو کفر اور سرکشی میں مشہور تھے۔"

مولانا عبدالحقؒ نے اپنی تفسیر میں حضرت مصعب بن عمیر کے کفن تذکرہ کیا ہے کہ انہیں موت کے بعد پورا کفن بھی میسر نہ تھا، جبکہ ان کاتعلق ایک امیر گھرانے سے تھا، لیکن اسلام کی خاطر وہ سب گھر بار چھوڑ کر سرکاردوعالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے کفن کا تذکرہ صحاح ستہ کے اکثر کتب میں ہوا، ذیل میں بخاری کی روایت بیان کی جاتی ہے:

"حَدَّثَنَا خَبَّابٌ رضي الله عنه قَالَ: «هَاجَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم نَلْتَمِسُ وَجْهَ اللهِ، فَوَقَعَ أَجْرُنَا عَلَى اللهِ، فَمِنَّا مَنْ مَاتَ لَمْ يَأْكُلْ مِنْ أَجْرِهِ شَيْئًا، مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ، وَمِنَّا مَنْ أَيْنَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ فَهُوَ يَهْدِبُهَا، قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ فَلَمْ نَجِدْ مَا نُكَفِّنُهُ إِلَّا بُرْدَةً، إِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَأْسَهُ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ، وَإِذَا غَطَّيْنَا رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَأْسُهُ، فَأَمَرَنَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَنْ نُغَطِّيَ رَأْسَهُ۔" [[52]](#endnote-52)

**ترجمہ:** "حضرت خباب [[53]](#endnote-53)رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ (اللہ کے دین کی خدمت میں) مشغول رہتے تھے اور اللہ کی رضا کی طلب میں تھے، تو ہمارا اجر اللہ کے ذمے ہوگیا۔ ہم میں سے کچھ ایسے تھے جو (اسی حالت میں) وفات پاگئے اور انہوں نے دنیا کا کوئی حصہ نہ پایا۔ ان میں مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اور ہم میں سے کچھ ایسے بھی تھے جنہیں (دنیاوی) نعمتیں عطا ہوئیں اور وہ ان سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ احد کے دن شہید ہوئے اور ہمارے پاس انہیں کفن دینے کے لئے کچھ نہ تھا، سوائے ایک چادر کے۔ جب ہم اس سے ان کا سر ڈھانپتے تو پاؤں کھل جاتے، اور جب پاؤں ڈھانپتے تو سر کھل جاتا۔ نبی کریم ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ان کا سر چادر سے ڈھانپ دیں اور پاؤں پر اذخر (ایک قسم کی گھاس) ڈال دیں۔"

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا (42) فِيمَ أَنتَ مِن ذِكْرَاهَا (43) إِلَىٰ رَبِّكَ مُنتَهَاهَا

**”الساعة“ کی لغوی تحقیق:**

”الساعة“ کا مطلب ہے "قیامت"۔ عربی زبان میں یہ لفظ "مقررہ وقت" یا "اچانک آنے والے لمحے" کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ قیامت کو ”الساعة“ کہا گیا کیونکہ یہ اچانک اور مقررہ وقت پر برپا ہوگی۔ "لسان العرب" میں ہے:

"والساعۃ: جزء من اجزاء اللیل والنھار وقیل الساعۃ: الوقت الحاضر۔" [[54]](#endnote-54)

**ترجمہ:** "یعنی "ساعۃ" دن یا رات کا ایک حصہ ہے، اور ا سے مراد موجودہ وقت بھی ہوسکتا ہے۔"

**کفار کا استہزاء:**

کفار کو جب نیک اور بد کا انجام معلوم ہوا، انہیں قیامت کے بارے بتاکر ڈرایا گیا تو انہوں نے بطور استہزاء کے کہا: "يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا" یہ آیت ان کفار و مشرکین کے بارے میں ہے جو رسول اللہ ﷺ سے قیامت کی تاریخ یا وقت کے بارے میں استہزاء کے طور پر پوچھتے تھے۔ ان کا مقصد حقیقت معلوم کرنا نہیں تھا بلکہ مذاق اڑانا اور قیامت کے وجود کو جھٹلانا تھا۔ کفار کا سوال قیامت کے وقت کے بارے میں اس نیت سے نہیں تھا کہ وہ ایمان لائیں بلکہ ان کا رویہ مذاق اور انکار کا تھا۔ "تفسیر منیر" میں اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے امام زحیلیؒ فرماتے ہیں:

"عن عائشة رضي الله عنها: لم يزل رسول الله صلى الله عليه وسلم يذكر الساعة ويسأل عنها، حتى نزلت. وقال ابن عباس: سأل مشركو مكة رسول الله صلى الله عليه وسلم متى تكون الساعة، استهزاء؟ فانزل الله عز وجل الآية۔

أي يسألك أيها النبي المشركون المكذّبون بالبعث عن وقت إرساء القيامة وميعاد وقوعها، متى يقيمها الله ويوجدها، أو ما منتهاها ومستقرها كرسوّ السفينة؟ وذلك حين كانوا يسمعون النبي صلى الله عليه وسلم يذكر القيامة بأوصافها الهائلة. مثل الطامة والصاخة والازفة والحاقة والقارعة، فقالوا على سبيل الاستهزاء: {أَيّانَ مُرْساها} أي زمان إرسائها۔" [[55]](#endnote-55)

**ترجمہ:** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسلسل قیامت کاذکر کرتے رہے اور اس کے بارے میں پوچھتے رہے یہاں تک کہ ہم (صحابہ) پریشان ہوگئے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے یہں کہ مکہ کے مشرکین نے رسول اللہ ﷺ سے قیامت کے وقوع کے بارے میں مذاق کے طور پر سوال کیا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

یعنی اے نبی! آپ سے یہ مشرکینک، جو بعث اور قیامت کے منکر ہیں، قیامت کے وقوع اور اس کے وقت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ کب اللہ اسے قائم کرے گا اور کب وہ آئے گی، یا اس کا اختتام اور ٹھہراؤ کب ہوگا جیسے کشتی کا ٹھہراۃ۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب وہ نبی کریم ﷺ کو قیامت کی ہولناک صفات جیسے "الطامۃ، الصاخۃ، الآزفۃ، الحاقۃ، القاریۃ" وغیرہ بیان کرتے ہوئے سنتے تھے، تو وہ مذاق کے طور پر کہتے تھے۔"

قرآن مجید میں متعدد جگہ واضح کیا گیا کہ قیامت کا علم صرف اللہ کے پاس ہے، جیسا کہ اگلی آیات میں فرمایا:

"فِيمَ أَنتَ مِن ذِكْرَاهَا. إِلَىٰ رَبِّكَ مُنتَهَاهَا"

یعنی "آپ کو اس کے ذکر سے کیا مطلب؟ اس کا علم تو آپ کے رب ہی کے پاس ہے۔"

**قیامت کو پوشیدہ رکھنے کی حکمت:**

قیامت کا وقت اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے تحت چھپا رکھا ہے، تاکہ انسان آزمائش میں رہے اور اپنی ذمہ داریوں پر توجہ دے۔ اگر قیامت کا وقت معلوم ہوتا تو انسان صرف اس وقت کے قریب عمل کرتا، جو آزمائش کے مقصد کے خلاف ہوتا۔ یہ آیت انسان کو اپنی محدودیت کا احساس دلاتی ہے اور اللہ کی قدرت و علم کی عظمت کو واضح کرتی ہے۔ قیامت کی فکر اور اس کی تیاری پر زور دیا گیا ہے، بجائے اس کے کہ اس کے وقت کے بارے میں فضول سوالات کیے جائیں۔

امام غزالی رحمہ اللہ نے فرمایا: "قیامت کا علم پوشیدہ رکھنا اللہ کی حکمت کا مظہر ہے تاکہ بندے ہمیشہ آخرت کی فکر میں رہیں۔"

ان تمام حکمتوں کا مقصد انسان کو آخرت کی تیاری کی طرف متوجہ رکھنا اور دنیاوی زندگی میں توازن برقرار رکھنا ہے۔ [[56]](#endnote-56)

**قیامت کے بارے میں کفار کے عقیدہ رکھنے کی مثال:**

مولانا عبدالحقؒ نے "تفسیر حقانی" میں مشرکین کا قیامت کے انکار پر ایک مثال سے سمجھا یا ہے:

"ایان مرسھا" کہ اس کا کونسا وقت ہے؟ یہ کمال نادانی ہے۔ کس لئے کہ اگر طبیب حاذق کسی کو کہے کہ تمہارا مرض مہلک ہے، علاج کرو ورنہ مرجاؤگے تو احمق بیمار یہ پوچھے گا کہ اگر سچے ہو تو بتاؤ کہ کب مروں گا؟ حالانکہ اس کو اپنا مرض معلوم کرلینے کے بعد علاج کی طرف متوجہ ہونا چاہیے تھا، نہ کہ حکیم سے لایعنی سوال کرنا او رتمسخر سے پیش آنا۔"

اس مثال کی بے غبار وضاحت یہ ہے کہ مفسر علام کی اس تفسیر میں کفار کے نیک اور بد اعمال کے انجام کے حوالے سے قیامت کے بارے میں سوال کرنے کی ایک مثال طبیب (ڈاکٹر) کے ساتھ یوں دی جا سکتی ہے کہ ایک مریض اپنے طبیب کے پاس جاتا ہے جو بیماریوں کے علاج میں ماہر ہے۔ طبیب اسے بتاتا ہے کہ اگر تم صحت مند رہنا چاہتے ہو تو فلاں احتیاطی تدابیر اختیار کرو اور فلاں بری عادات ترک کرو، ورنہ بیماری یا موت کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ لیکن مریض بجائے ان ہدایات پر عمل کرنے کے یہ سوال کرتا ہے: "مجھے یہ بتاؤ کہ اگر میں ان ہدایات پر عمل نہ کروں اور اپنی زندگی ایسے ہی گزاروں تو کیا واقعی موت آئے گی؟ اور اگر آئے گی تو کب اور کیسے؟"

یہ سوال غیر ضروری اور بے مقصد ہے، کیونکہ اس کا اصل مقصد اپنی صحت کی حفاظت کے لیے طبیب کی ہدایات پر عمل کرنا ہونا چاہیے، نہ کہ موت کی تفصیلات جاننے میں وقت ضائع کرنا۔

اسی طرح، کفار کے نیک اور بد اعمال کا انجام معلوم ہونے کے باوجود قیامت کے بارے میں غیر ضروری سوالات کرنا بے فائدہ ہے۔ اصل مقصد اپنے اعمال کو درست کرنا اور آخرت کی کامیابی کے لیے تیاری کرنا ہونا چاہیے۔

إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرُ مَن يَخْشَاهَا

**”منذر“ کا لغوی معنی:**

یہ لفظ "نَذَرَ" سے ماخوذ ہے، جس کا مطلب ہے "ڈرانا" یا "خبردار کرنا"۔ لغوی طور پر، "منذر" کا مطلب ہے "وہ شخص جو خبردار کرے" یا "ڈرانے والا"۔ چنانچہ "لسان العرب" میں اس کا معنی یوں بیان ہوا ہے:

"ونَذِرَ بِالشَّيْءِ وَبِالْعَدُوِّ نذْراً: عَلِمَهُ فحَذِرَه۔ المُنْذِر: المعلِم الَّذِي يُعْرّف القومَ بِمَا يَكُونُ قَدْ دهَمَهم مِنْ عَدُوّ أَو غيره، وهو۔" [[57]](#endnote-57)

**ترجمہ:** "ونذر بالشيء وبالعدو نذراً" یعنی کسی چیز یا دشمن کو پہچاننا اور اس کے بارے میں خبردار کرنا۔ "المنذر" وہ شخص ہے جو لوگوں کو کسی آنے والے خطرے یا دشمن سے آگاہ کرتا ہے۔

**نبی کریم کا منصبِ رسالت کی ذمہ داری:**

اس آیت میں نبی اکرم ﷺ کی ذمہ داری کو واضح کیا گیا ہے کہ آپ صرف خبردار کرنے والے ہیں۔ آپ ﷺ کا کام لوگوں کو قیامت کے دن کے بارے میں آگاہ کرنا ہے اور انہیں اس دن کی تیاری کے لیے متنبہ کرنا ہے۔

اس آیت میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ نبی ﷺ کی تنبیہ سے وہی فائدہ اٹھاتے ہیں جو دل میں خشیتِ الٰہی رکھتے ہیں اور قیامت کا خوف دل میں رکھتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ پر یہ واضح کر دیا گیا کہ لوگوں کو ہدایت دینا یا انہیں زبردستی ایمان لانے پر مجبور کرنا آپ کا کام نہیں، بلکہ آپ صرف حق کو واضح کرنے والے ہیں۔ ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

"خشیت" کا تعلق قیامت سے ہے، کیونکہ قیامت کا دن ایسا ہوگا جب ہر انسان اپنے اعمال کا حساب دے گا۔ جو لوگ اس دن کو سمجھتے ہیں اور اس کے خوف سے عمل کرتے ہیں، وہی حقیقی فائدہ اٹھائیں گے۔ اس آیت کی تفسیر بیان کرتےہوئے امام زحیلیؒ نے "تفسیر منیر" میں فرمایا:

"أي إنما بعثتك لتنذر الناس وتحذرهم من بأس الله وعذابه، وما أنت إلا مخوّف لمن يخشى قيام الساعة، فمن خشي الله وخاف مقامه ووعيده، اتّبعك فأفلح ونجا، ومن كذب بالساعة وخالفك، خسر وخاب، فدع علم ما لم تكلف به، واعمل بما أمرت به من إنذار. وخص الإنذار بأهل الخشية؛ لأنهم المنتفعون بذلك۔" [[58]](#endnote-58)

**ترجمہ:** "یعنی میں نے آپ کو لوگوں کو خبردار کرنے اور اللہ کے عذاب سے ڈرانے کے لیے بھیجا ہے، اور آپ صرف ان لوگوں کے لیے ڈرانے والے ہیں جو قیامت کے دن سے ڈرتے ہیں۔ جو اللہ سے ڈرتا ہے اور اس کے مقام اور وعید سے خوفزدہ ہوتا ہے وہ کامیاب اور نجات یافتہ ہوتا ہے، اور جو قیامت کو جھٹلاتا ہے اور آپ کی مخالفت کرتا ہے وہ نقصان اٹھاتا ہے اور ناکام ہوتا ہے۔ لہذا، ان چیزوں کے علم کو چھوڑ دیں جن کا آپ کو حکم نہیں دیا گیا ہے اور ان چیزوں پر عمل کریں جن کا آپ کو حکم دیا گیا ہے، اور ان لوگوں کو خاص طور پر خبردار کریں جو خوف رکھتے ہیں، کیونکہ وہی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔"

كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا

**”عشیة“ اور ”ضحی“ کی لغوی تحقیق:**

عربی زبان میں ”عشیة“ شام کے وقت کو کہتے ہیں، یعنی دن کا آخری حصہ، جو عصر سے مغرب تک ہوتا ہے۔ "المعجم الوسیط" میں اس کا معنی بیان کرتے ہوئےلکھا ہے:

"الْعشَاء: أول ظلام اللَّيْل أَو من صَلَاة الْمغرب إِلَى الْعَتَمَة والعشاءان الْمغرب وَالْعشَاء۔" [[59]](#endnote-59)

**ترجمہ:** "عشاء" رات کا پہلا اندھیرا یا مغرب کی نماز سے عتمہ تک کا وقت، اور عشاء مغرب اور عشاء کی نماز ہے۔"

”ضحی“ دن کے ابتدائی وقت کو کہتے ہیں، خاص طور پر سورج کے طلوع ہونے کے بعد اور دوپہر سے پہلے کا وقت۔ "المعجم الوسیط" میں اس کا معنی ہے:

"الضُّحَى: ضوء الشَّمْس وارتفاع النَّهَار وامتداده وَوقت هَذَا الِارْتفَاع أَو الامتداد۔ " [[60]](#endnote-60)

**ترجمہ:** "ضحیٰ" سورج کی روشنی اور دن کا بلند ہونا اور اس کا پھیلاؤ، اور یہ بلند ہونے یا پھیلاؤ کا وقت۔"

**روزِ قیامت کافر دنیا کی زندگی کتنا گمان کرے گا:**

یہ آیت قیامت کے دن کفار کی حالت کو بیان کرتی ہے کہ جب وہ قیامت کے وقوع کو دیکھیں گے تو انہیں دنیا کی زندگی کی مدت بہت قلیل اور بے حقیقت محسوس ہوگی، گویا کہ وہ دنیا میں شام یا صبح کے کچھ حصے تک ہی رہے ہوں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کفار کی اس کیفیت کو بیان کر رہے ہیں کہ وہ اپنی دنیاوی زندگی کو انتہائی قلیل محسوس کریں گے، کیونکہ قیامت کی ہولناکی اور آخرت کی حقیقت کے سامنے دنیاوی زندگی کی حیثیت اور قدر و قیمت بہت کم نظر آئے گی۔ ابن کثیر نے فرمایا ہے کہ جب کفار قیامت کے دن عذاب کو دیکھیں گے تو وہ اپنی دنیاوی زندگی کو انتہائی قلیل سمجھیں گے۔ دنیا کی زندگی انہیں ایک شام یا صبح کی طرح محسوس ہوگی۔ چنانچہ وہ "تفسیر ابن کثیر" میں فرماتے ہیں:

"أَيْ: إِذَا قَامُوا مِنْ قُبُورِهِمْ إِلَى الْمَحْشَرِ يَسْتَقْصِرُونَ مُدّة الْحَيَاةِ الدُّنْيَا، حَتَّى كَأَنَّهَا عِنْدَهُمْ كَانَتْ عَشِيَّةً مِنْ يَوْمٍ أَوْ ضُحى مِنْ يَوْمٍ.

قَالَ جُويْبر، عَنِ الضِّحَاكِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: {كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا} أَمَّا عَشِيَّة: فَمَا بَيْنَ الظَّهْرِ إِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ، {أَوْ ضُحَاهَا} مَا بَيْنَ طُلُوعِ الشَّمْسِ إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ.

وَقَالَ قَتَادَةُ: وَقْتُ الدُّنْيَا فِي أَعْيُنِ الْقَوْمِ حِينَ عَايَنُوا الْآخِرَةَ۔" [[61]](#endnote-61)

**ترجمہ:** "یعنی جب وہ اپنی قبروں سے محشر کی طرف اٹھیں گے تو وہ دنیا کی زندگی کی مدت کو مختصر سمجھیں گے، یہاں تک کہ ان کے نزدیک وہ ایک دن کی شام یا ایک دن کی صبح کی طرح ہوگی۔

جویبر[[62]](#endnote-62) نے ضحاک سے، اور انہوں نے ابن عباس سے روایت کیا: جب وہ اسے دیکھیں گے تو ان کے نزدیک وہ ایک شام یا اس کی صبح سے زیادہ نہیں ٹھہریں گے۔ شام: دوپہر سے غروب آفتاب تک کا وقت، اور صبح: طلوع آفتاب سے نصف النہار تک کا وقت۔

اور قتادہ نے کہا: دنیا کا وقت ان لوگوں کی نظر میں جب انہوں نے آخرت کو دیکھا۔"

**خلاصہ:**

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو حکمت اور قدرت سے بنایا، رات اور دن کے نظام کو ترتیب دیا، اور انسان کے لئے وسائل فراہم کئے۔ قیامت کا ذکر ہے کہ وہ اچانک آئے گی اور اس دن انسان اپنے اعمال کے مطابق جزا وسزا پائے گا۔ ان آیات میں آخرت کی تیاری اور اللہ کی قدرت کو پہچاننے کی تاکید کی گئی ہے۔

**الھوامش**

1. (المعجم الوسیط، 6: 324) [↑](#endnote-ref-1)
2. (لسان العرب، 14: 475) [↑](#endnote-ref-2)
3. (روح المعانی، 15: 233) [↑](#endnote-ref-3)
4. (لسان العرب، 14: 251) [↑](#endnote-ref-4)
5. (سورۃ البقرہ: 29) [↑](#endnote-ref-5)
6. (تفسیر کبیر، 31: 46) [↑](#endnote-ref-6)
7. (المعجم الوسیط، 1: 356) [↑](#endnote-ref-7)
8. (تفسیر قرطبی، 19: 205) [↑](#endnote-ref-8)
9. (تفسیر در منثور، 8: 412) [↑](#endnote-ref-9)
10. (لسان العرب، 14: 321) [↑](#endnote-ref-10)
11. (سورۃ النحل: 15) [↑](#endnote-ref-11)
12. (تفسیر ابن کثیر، 8: 317) [↑](#endnote-ref-12)
13. (روح المعانی، 15: 236) [↑](#endnote-ref-13)
14. (تفسیر ماتریدی، 10: 413) [↑](#endnote-ref-14)
15. (لسان العرب، 12: 370) [↑](#endnote-ref-15)
16. (تفسیر در منثور، 8: 412) [↑](#endnote-ref-16)
17. **قاسم بن ولید:**

قاسم بن ولید (وفات 749 عیسوی) ایک مشہور تابعی اور صحابی کے بیٹے تھے۔ وہ اسلامی فوج کے اہم سپہ سالار تھے اور انھیں مختلف فتوحات میں اہم کردار ادا کرنے کے لیے جانا جاتا ہے۔ انھوں نے عراق اور ایران کی سرحدوں پر جنگوں میں حصہ لیا۔ (ابن عساکر، "تاریخ دمشق") [↑](#endnote-ref-17)
18. **عمرو بن قیس:**

عمرو بن قیس (وفات 713 عیسوی) ایک مشہور تابعی اور محدث تھے جو مکہ مکرمہ میں مقیم تھے۔ وہ تابعین میں سے تھے اور علم و زہد میں معروف تھے۔ ان کا شمار کوفہ کے معزز علماء میں ہوتا تھا۔ انہوں نے حدیث اور فقہ میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ وہ صحابہ کے ساتھ رابطہ رکھتے تھے اور ان سے حدیث نقل کرتے تھے۔ ان کا شمار عظیم محدثین میں کیا جاتا ہے۔ (ابن حبان، "ثقات") [↑](#endnote-ref-18)
19. **ابن جریج:**

عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج، المعروف بہ ابن جریج(653–773 عیسوی) مکہ مکرمہ کے مشہور محدث اور فقیہ تھے۔ ان کا زمانہ دوسری صدی ہجری کا ہے۔ انہوں نے حدیث کی جمع و تدوین میں اہم کردار ادا کیا اور ان کی روایات کو کتب احادیث میں کثرت سے نقل کیا گیا ہے۔ ان کی روایات امام مالک اور دیگر محدثین نے اپنی کتب میں شامل کی ہیں۔ ان کی تصانیف میں "الصحیح" اور "تفسير ابن جريج" شامل ہیں۔ (ابن جریج، "تفسير ابن جريج"، مقدمہ) [↑](#endnote-ref-19)
20. (سورۃ الذاریات: 56) [↑](#endnote-ref-20)
21. (احیاء علوم الدین، 4: 46) [↑](#endnote-ref-21)
22. (تفسیر قرطبی، 19: 207) [↑](#endnote-ref-22)
23. (تفسیر ابن کثیر، 8: 317) [↑](#endnote-ref-23)
24. (تاج العروس، 15: 25) [↑](#endnote-ref-24)
25. (المعجم الوسیط، 1: 108) [↑](#endnote-ref-25)
26. (الصحاح تاج اللغہ، 5: 1883) [↑](#endnote-ref-26)
27. (تفسیر قرطبی، 19: 207) [↑](#endnote-ref-27)
28. (روح المعانی، 15: 237) [↑](#endnote-ref-28)
29. (تفسیر ابن کثیر، 8: 317) [↑](#endnote-ref-29)
30. **امام بیہقی:**

امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی، المعروف بہ امام بیہقی(994–1066 عیسوی) پانچویں صدی ہجری کے مشہور محدث اور فقیہ تھے۔ انہوں نے متعدد کتب تصنیف کیں، جن میں "السنن الکبریٰ" اور "دلائل النبوة" شامل ہیں۔ ان کی کتب احادیث اور فقہ میں مستند مانی جاتی ہیں۔ انھوں نے حدیث کی اسناد کی تصحیح اور تحقیق میں گہرا کام کیا۔ (بیہقی، امام، "السنن الكبرى") [↑](#endnote-ref-30)
31. (الدرر المنثورة في الأحاديث المشتهرة: :105، برقم : 185 ، عمادة شؤون المكتبات، الرياض، السعودية) [↑](#endnote-ref-31)
32. **ابن یونس :**

ابن یونس کا پورا نام ابوالحسن علی بن عبدالرحمٰن ہے۔ وہ ایک مشہور مسلمان فلکیات دان، ریاضی دان، اور ماہر علوم حساب تھے۔ وہ مصر کے شہر قاہرہ کے رہائشی تھے اور ان کی خدمات فلکیات اور جغرافیہ میں قابل ذکر ہیں۔ ان کا سب سے مشہور کام "الجامع" ہے، جو فلکیاتی آلات اور حساب سے متعلق ایک اہم کتاب ہے۔ (تاریخ العلوم الاسلامیہ" جلد 2، صفحہ 234) [↑](#endnote-ref-32)
33. **سعد بن مسعود ثقفی:**

سعد بن مسعود صحابی رسول ﷺ اور مختار ثقفی کے چچا تھے۔ وہ کوفہ کے گورنر رہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ان کے وفادار ساتھیوں میں شامل تھے۔ ان کی زندگی کی خاص بات جنگِ صفین اور دیگر سیاسی معاملات میں ان کا کردار تھا۔ انہوں نے علم و حکمت میں اہم مقام حاصل کیا۔ وہ خاص طور پر اپنی بصیرت اور فہم کی وجہ سے مشہور تھے۔(الطبقات الكبری" جلد 3، صفحہ 56) [↑](#endnote-ref-33)
34. **عبداللہ بن مدینی:**

عبداللہ بن مدینی (161-234 ہجری) امام بخاری کے استاد اور علم حدیث کے ماہر تھے۔ وہ علم جرح و تعدیل کے بانیوں میں شمار کیے جاتے ہیں اور ان کے درس نے محدثین پر گہرے اثرات ڈالے۔ ان کی وفات بصرہ میں ہوئی۔ (الذہبی، سیر اعلام النبلاء) [↑](#endnote-ref-34)
35. (المقاصد الحسنة: 296،دار الكتاب العربي، بيروت، الطبعةالأولى:1405 ھ) [↑](#endnote-ref-35)
36. **سفیان ثوری:**

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اسلامی تاریخ کے ایک عظیم محدث، فقیہ اور زاہد تھے۔ آپ کا پورا نام "سفیان بن سعید بن مسروق الثوری" تھا، اور آپ کا شمار تابعین اور سلف صالحین میں ہوتا ہے۔ آپ کا تعلق قبیلہ ثور سے تھا جو یمن کی ایک معروف عرب قبیلہ تھا۔ آپ کی پیدائش 719 عیسوی میں ہوئی اور 778 عیسوی میں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کی زندگی اسلامی علوم کے تئیں ایک بلند مثال سمجھی جاتی ہے۔ ("الطبقات الكبرى، جلد 6، صفحہ 285 ) [↑](#endnote-ref-36)
37. **دیلمی ، ابو محمد عبداللہ بن محمد دیلمی:**

دیلمی ایک اہم مسلم مورخ اور جغرافیہ دان تھے، جنہوں نے اسلامی تاریخ اور جغرافیہ پر گہرائی سے تحقیق کی۔ ان کی پیدائش دیلم (ایران) میں ہوئی ۔ ان کا کام "البلدان" ہے جس میں مختلف ممالک اور خطوں کی تفصیل دی گئی ہے۔

(البلدان" جلد 1، صفحہ 102) [↑](#endnote-ref-37)
38. (سورہ غافر: 46) [↑](#endnote-ref-38)
39. (صحیح بخاری: 1338) [↑](#endnote-ref-39)
40. (سورہ غاشیہ: 2۔4) [↑](#endnote-ref-40)
41. (صحیح مسلم: 2807) [↑](#endnote-ref-41)
42. (مصنف ابن ابی شیبہ: 7: 91) [↑](#endnote-ref-42)
43. (احیاء العلوم، 4 : 152) [↑](#endnote-ref-43)
44. (تفسیر مظہری، 10: 234) [↑](#endnote-ref-44)
45. (المعجم الوسیط، 2: 1001) [↑](#endnote-ref-45)
46. (تفسیر سمرقندی، 3: 545) [↑](#endnote-ref-46)
47. (روح المعانی، 15: 238) (تفسیر کشاف، 4: 698) [↑](#endnote-ref-47)
48. **ابوجہل ، عمرو بن ہشام:**

ابوجہل مکہ کے قریش قبیلے کے سردار اور اسلام کے سخت دشمن تھے۔ وہ غزوہ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے۔ اس کا لقب "فرعونِ امت" اسے رسول اللہ ﷺ نے دیا۔ (ابن ہشام، سیرت النبویہ) [↑](#endnote-ref-48)
49. **مصعب بن عمیر:**

مصعب بن عمیر مکہ کے ایک معزز خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور ابتدائی مسلمانوں میں شامل تھے۔ انہیں رسول اللہ ﷺ نے مدینہ بھیجا تاکہ اسلام کی تبلیغ کریں۔ وہ غزوہ اُحد میں شہید ہوئے۔ (ابن کثیر، البدایہ والنہایہ) [↑](#endnote-ref-49)
50. **نضر بن حارث:**

نضر بن حارث مکہ کے قریش میں سے ایک مشہور شاعر اور اسلام کے سخت دشمن تھے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کا مذاق اڑایا کرتے اور مشرکانہ خیالات کو عام کرنے کی کوشش کرتے۔ بدر کی جنگ میں گرفتار ہو کر قتل کیے گئے۔ (سیرۃ ابن ہشام، جلد 2، صفحہ 282) [↑](#endnote-ref-50)
51. **حارث بن نضر:**

حارث بن نضر قریش کے ایک کافر سردار تھے جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا اور غزوہ بدر میں مسلمانوں کے خلاف جنگ کی۔ یہ بدر میں قتل ہوئے۔ ان کے قتل کی تفصیل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کردار ملتا ہے۔ (سیرۃ ابن ہشام، جلد 1، صفحہ 120-121) [↑](#endnote-ref-51)
52. (صحیح بخاری، کتاب الجنائز، ‌‌بَابٌ: إِذَا لَمْ يَجِدْ كَفَنًا إِلَّا مَا يُوَارِي رَأْسَهُ أَوْ قَدَمَيْهِ غَطَّى رَأْسَهُ، 1276) [↑](#endnote-ref-52)
53. **حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ:**

حضرت خباب بن ارت ابتدائی مسلمانوں میں سے تھے اور سخت مظالم سہنے کے باوجود اسلام پر ثابت قدم رہے۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے قریبی صحابہ میں شمار ہوتے ہیں اور جنگوں میں بھی حصہ لیا۔(اسد الغابہ، جلد 2، صفحہ 114) [↑](#endnote-ref-53)
54. (لسان العرب، 8: 169) [↑](#endnote-ref-54)
55. (تفسیر منیرللزحیلی، 30: 52) [↑](#endnote-ref-55)
56. (احیاء العلوم، 4: 753) [↑](#endnote-ref-56)
57. (لسان العرب، 5: 201) [↑](#endnote-ref-57)
58. (تفسیر منیر للزحیلی، 30: 53) [↑](#endnote-ref-58)
59. (المعجم الوسیط، 2: 603) [↑](#endnote-ref-59)
60. (المعجم الوسیط، 1: 535) [↑](#endnote-ref-60)
61. (تفسیر ابن کثیر، 8: 318) [↑](#endnote-ref-61)
62. **جویبر:**

جویبر ایک تابعی ہیں جن کا پورا نام جویبر بن سعد الخثعمی ہے۔ وہ یمن کے علاقے خثعم سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت عمر بن خطابؓ کے دور خلافت میں مدینہ آئے۔ جویبر کے حالات زندگی زیادہ تفصیل سے کتب میں مذکور نہیں، لیکن ان کا ذکر محدثین کی کتب میں بطور ثقہ راوی آیا ہے۔ امام بخاری نے انہیں اپنی کتاب "التاریخ الکبیر" میں ذکر کیا ہے اور ان کی ثقاہت کی توثیق کی ہے۔ وہ کبار تابعین میں شمار ہوتے ہیں اور کئی صحابہ کرام سے روایات نقل کیں۔ ان کی وفات کا سال واضح نہیں، لیکن وہ ابتدائی اسلامی دور کے مشہور تابعین میں شامل ہیں۔ (امام

بخاری، "التاریخ الکبیر"، ج 2، ص 214

**References**

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

Al-Mu’jam al-Wasit, 6:324)

(Lisan al-Arab, 14:475)

(Ruh al-Ma’ani, 15:233)

(Lisan al-Arab, 14:251)

(Surah Al-Baqarah: 29)

(Tafsir Kabir, 31:46)

(Al-Mu’jam al-Wasit, 1:356)

(Tafsir Qurtubi, 19:205)

(Tafsir Dur al-Manthur, 8:412)

(Lisan al-Arab, 14:321)

(Surah An-Nahl: 15)

(Tafsir Ibn Kathir, 8:317)

(Ruh al-Ma’ani, 15:236)

(Tafsir Matredi, 10:413)

(Lisan al-Arab, 12:370)

(Tafsir Dur al-Manthur, 8:412)

**Qasim ibn Walid:**
Qasim ibn Walid (d. 749 CE) was a renowned Tabi‘i and the son of a companion of the Prophet. He served as an important commander in the Islamic army and is known for playing a key role in various military conquests. He participated in battles along the borders of Iraq and Iran. (Ibn Asakir, *Tarikh Dimashq*)

**Amr ibn Qais:**
Amr ibn Qais (d. 713 CE) was a well-known Tabi‘i and hadith scholar based in Mecca. He was among the Tabi‘un and was recognized for his knowledge and piety. He was counted among the distinguished scholars of Kufa and made significant contributions to hadith and fiqh. He maintained connections with the companions and transmitted hadith from them. He is regarded as one of the great muhaddithun. (Ibn Hibban, *Thiqaat*)

**Ibn Jurayj:**
Abd al-Malik ibn Abd al-Aziz ibn Jurayj, known as Ibn Jurayj (653–773 CE), was a prominent hadith scholar and jurist of Mecca. He lived during the second century Hijri and played a major role in the collection and compilation of hadith. His narrations were widely cited in various hadith collections and included by Imam Malik and other scholars. His works include *Al-Sahih* and *Tafsir Ibn Jurayj*. (Ibn Jurayj, *Tafsir Ibn Jurayj*, Preface)

(Surah Adh-Dhariyat: 56)

(Ihya Ulum al-Din, 4:46)

(Tafsir Qurtubi, 19:207)

(Tafsir Ibn Kathir, 8:317)

(Taj al-‘Arus, 15:25)

(Al-Mu’jam al-Wasit, 1:108)

(Al-Sihah Taj al-Lughah, 5:1883)

(Tafsir Qurtubi, 19:207)

(Ruh al-Ma’ani, 15:237)

(Tafsir Ibn Kathir, 8:317)

Imam Bayhaqi:

Imam Abu Bakr Ahmad ibn Husayn ibn Ali ibn Musa al-Khurasani, known as Imam Bayhaqi (994–1066 CE), was a prominent hadith scholar and jurist of the fifth Islamic century AH. He authored numerous works, including Al-Sunan al-Kubra and Dalail al-Nubuwwah. His books are considered authentic in the fields of hadith and jurisprudence. He conducted extensive research on the authentication and verification of hadith chains.

(Bayhaqi, Imam, "Al-Sunan al-Kubra")

(Al-Durar al-Manthura fi al-Ahadith al-Mashtuhra: 105, no. 185, Imadat Shu’un al-Maktabat, Riyadh, Saudi Arabia)

Ibn Yunus:

The full name of Ibn Yunus was Abu al-Hasan Ali ibn Abd al-Rahman. He was a renowned Muslim astronomer, mathematician, and expert in calculations. He resided in Cairo, Egypt, and made notable contributions to astronomy and geography. His most famous work is Al-Jami‘, a significant book on astronomical instruments and calculations.

(Tarikh al-Ulum al-Islamiyya, vol. 2, p. 234)

Sa‘d ibn Mas‘ud Thaqafi:

Sa‘d ibn Mas‘ud was a companion of the Prophet ﷺ and the uncle of Mukhtar Thaqafi. He served as the governor of Kufa and was a loyal supporter of Imam Ali (RA). He played a significant role in the Battle of Siffin and other political matters. He was known for his wisdom, insight, and understanding.

(Al-Tabaqat al-Kubra, vol. 3, p. 56)

Abdullah ibn Madini:

Abdullah ibn Madini (161–234 AH) was a teacher of Imam Bukhari and a scholar of hadith. He is considered one of the founders of the science of Jarh wa Ta‘dil (evaluation of narrators) and had a profound influence on later hadith scholars. He passed away in Basra.

(Al-Zahabi, Siyar A‘lam al-Nubala; Al-Maqasid al-Hasanah: 296, Dar al-Kitab al-Arabi, Beirut, 1st edition, 1405 AH)

Sufyan al-Thawri:

Sufyan al-Thawri (RA) was a great hadith scholar, jurist, and ascetic in Islamic history. His full name was Sufyan ibn Sa‘id ibn Masruq al-Thawri. He is counted among the Tabi‘un and the righteous predecessors. He belonged to the Thawr tribe of Yemen. He was born in 719 CE and passed away in 778 CE. His life is considered a high example of devotion to Islamic knowledge.

(Al-Tabaqat al-Kubra, vol. 6, p. 285)

Al-Daylami, Abu Muhammad Abdullah ibn Muhammad al-Daylami:

Al-Daylami was an important Muslim historian and geographer who conducted in-depth research on Islamic history and geography. He was born in Daylam (Iran). His notable work, Al-Buldan, provides detailed accounts of various countries and regions.

(Al-Buldan, vol. 1, p. 102)

(Surah Ghafir: 46)

(Sahih Bukhari: 1338)

(Surah Ghashiyah: 2-4)

(Sahih Muslim: 2807)

(Musannaf Ibn Abi Shaybah: 7: 91)

(Ihya Ulum al-Din, 4: 152)

(Tafsir Mazhari, 10: 234)

(Al-Mujam al-Wasit, 2: 1001)

(Tafsir Samarkandi, 3: 545)

(Ruh al-Ma‘ani, 15: 238)

(Tafsir Kashaf, 4: 698)

**Abu Jahl, Amr ibn Hisham:**
Abu Jahl was a leader of the Quraysh tribe in Mecca and a fierce enemy of Islam. He was killed by the Muslims in the Battle of Badr. The Prophet ﷺ gave him the title “Pharaoh of the Ummah.” (Ibn Hisham, *Seerat al-Nabawiyyah*)

**Mus’ab ibn Umayr:**
Mus’ab ibn Umayr belonged to a respected family in Mecca and was among the early Muslims. The Prophet ﷺ sent him to Medina to teach and spread Islam. He was martyred in the Battle of Uhud. (Ibn Kathir, *Al-Bidaya wa’l-Nihaya*)

**Nadr ibn Harith:**
Nadr ibn Harith was a well-known poet from the Quraysh and a strong opponent of Islam. He used to mock the Prophet ﷺ and promote pagan ideas. He was captured and killed in the Battle of Badr. (Seerah Ibn Hisham, Vol. 2, p. 282)

**Harith ibn Nadr:**
Harith ibn Nadr was a pagan leader of Quraysh who did not accept Islam and fought against the Muslims in the Battle of Badr. He was killed in Badr, and the account of his death involves Hazrat Ali رضي الله عنه. (Seerah Ibn Hisham, Vol. 1, pp. 120–121)

**(Sahih Bukhari, Kitab al-Jana’iz, Chapter: If only a shroud covering the head or feet is available, cover the head, 1276)**

**Hazrat Khabbab ibn Art رضي الله عنه:**
Hazrat Khabbab ibn Art was among the early Muslims who remained steadfast in Islam despite severe persecution. He was close to the Prophet ﷺ and participated in battles. (Asad al-Ghaba, Vol. 2, p. 114)

(Lisan al-Arab, 8: 169)

(Tafsir Munir lil-Zuhaili, 30: 52)

(Ihya’ Ulum al-Din, 4: 753)

(Lisan al-Arab, 5: 201)

(Tafsir Munir lil-Zuhaili, 30: 53)

(Al-Mu’jam al-Wasit, 2: 603)

(Al-Mu’jam al-Wasit, 1: 535)

(Tafsir Ibn Kathir, 8: 318)

**Juwaybir:**
Juwaybir was a Tabi‘i whose full name is Juwaybir ibn Sa‘d al-Khath‘ami. He belonged to the Khath‘am region in Yemen and came to Madinah during the caliphate of Hazrat Umar ibn al-Khattab (RA). The details of Juwaybir’s life are not extensively mentioned in books, but he is cited in the works of hadith scholars as a trustworthy narrator. Imam Bukhari mentioned him in his book Al-Tarikh al-Kabir and confirmed his reliability. He is counted among the senior Tabi‘in and narrated hadiths from several Sahabah. The exact year of his death is unclear, but he is considered one of the prominent Tabi‘in of the early Islamic period. (Imam Bukhari, Al-Tarikh al-Kabir, Vol. 2, p. 214) [↑](#endnote-ref-62)